رسن بازاں بہ بالائے سنہا | چو دلہا گیسواں را در شکنہا
نہ با آن حبلِ پیچاں کردہ بازی | کہ خود با رشتۂ جاں کردہ بازی
ز دستِ بوالعجب گوئے آہن گیر | بسانِ گردِ مُہرہ توسنِ پیر
فرو بُردہ مشعبد تیغ چوں آب | چو مستسقی کہ نوشد شربتِ ناب
بہ مینی نیز کز لک افزو خورد | چو آبے کز رہِ مینی خورد مرد
جہاں از خرد چنبر جستہ گراں تن | چو پیل از روزنِ اُشتر ز سوزن
نمودہ چہرہ بازاں گونہ گوں ریو | گہے خود را پری کردہ گہے دیو
ز دہر آموختہ گوئی دو رنگی | کہ گہ رومی نماید گاہ زنگی
پری رویانِ ہندی جادوئے نما | ز لب کردہ در دیوانگی باز
لباسِ یوگیری شاں تنگ در اندام | پری را سایہ بگرفتہ در اندام
گرفتہ چوں پیالہ تال در دست | نہ از می کز سرودِ خویشتن مست
سرودِ دلکش از لبہائے خوباں | شتاباں سوئے گردوں پائے کوباں
برقص و جست خوبانِ ہوا باز | نہادہ پائے بر بالائے آواز
پرندہ ہمچو طاؤس سانِ والا | معلق زن کبوتر ساں ببالا
بجستن فرقِ شاں گشتہ فلک سائے | بگاہِ رقص بیزار از زمیں پائے
عرق کز روئے ہر طناز می ریخت | کرشمہ می چکید و ناز می ریخت

اور لطف یہ ہے کہ ان تمام کھیل تماشوں اور خرافات کے ساتھ ساتھ اہلِ علم اور پرہیزگار و

کے لیے مخصوص خیمے نصب کیے گئے تھے جہاں قرآن و حدیث کے وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

فراواں قبہا از اہلِ پرہیز | شدہ آواز قرآں آسماں خیز
بجا نہا لحنِ داؤدی نشاندہ | کتابِ مصطفےٰ بے لحن خواندہ
نیا شیہا سے شیریں شکریں بار | فرشتہ چوں مگس گشتہ گرفتار

برات کا جلوس اور نکاح تین سال تک شادی کے ساز و سامان تیار ہوتے رہے اور جب ان کی تکمیل ہو چکی اور منجموں نے ساعتِ سعید مقرر کی تو شاہزادہ شمس الحق خضر خاں بسم اللہ کے تیز و تند گھوڑے پر سوار ہوا۔ تمام امرا اور صدور پیادہ پا ساتھ ہوئے ہاتھیوں پر زریں عماریاں کسی ہوئیں تھیں اور چاروں طرف برہنہ تلواروں اور خنجروں سے نظرِ بد کا راستہ بند کر دیا گیا تھا۔ راستہ میں موتیوں اور جواہرات کی بکھیر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ جلوس الپ خاں کے مکان پر پہنچا۔ شاہزادہ نے مسند پر جلوس فرمایا اور تمام اعیانِ سلطنت اور ارکانِ دولت اپنے اپنے درجوں کے مطابق داہنے اور بائیں بیٹھے۔ ۲۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو صدرِ جہاں نے منجموں کی اختیار کی ہوئی ساعتِ سعید میں ایک پُر معنی خطبہ پڑھا اور ایک گرانقد مہر پر دونوں کا عقد کر دیا۔ تمام حاضرین پر موتیوں اور جواہرات کی بکھیر ہوئی۔ لوگوں کو بڑی بڑی قیمتی چیزیں بطور انعام عطا کی گئیں۔ اور نکاح سے فراغت کے بعد یہ جلوس اسی ترتیب کے ساتھ واپس آیا۔[۵]

شه و شهزاده شمس الحق که جاوید | جهان آباد چون تابنده خورشید
برآمد بر کمیت تند پرجوش | چنان کز دود او شد چرخ بیهوش
چنان شد بانگِ بسم الله سوی ما | که گفتند اختران الحمد لله
زحل چون هندو از ره خاک میرفت | فلک ربّے هلال الله مے گفت
دوان پیش پر آتش خسروان باد | چو گلهائے پیاده در رهِ باد
بخنده تیغها چون برق در میغ | بعطسه آفتاب از خندهٔ تیغ
عماریهائے زرین گوهر آمود | ملمع چرخ را کرده زر اندود
بگردش تیغ و خنجر دسته دسته | رهِ چشم بد از پولاد بسته
زمین در زیرِ لوے خطرناک | تو گوئی ژاله باریده است بر خاک
بدینسان کایزدش با دیگر آمد | به ایوانِ الپ خانی در آمد
براتِ سدره و طوبئے نهالش | نشست اندر میانِ چار پایش
فلک حیران ز زیبائیش مانده | گهے سیاره گه ثابت فشانده
بدورِ حلقهائے آسمانی | فلک در خواندنِ سبع المثانی
بترتیب آنچنان کاقبال میخواست | نشستند اهلِ اقبال از چپ و راست
جهان صدر آن شریحِ آسمان قدر | جهانِ در معنی ریخت از صدر
بمقدارے که ملکے را بود نقد | بهم بست آفتاب و ماه را عقد
نثار افگن رسیدند اهلِ درگاه | ز خرمنهائے گوهر تنگ شد راه

بہر کس بدادند از خزائن — خراجِ مصر و محصولِ مدائن

چو رسمِ کارِ خیرِ پادشاہاں — ق — بسر شد بر مرادِ نیک خواہاں

بہ آئینے کہ رفت آن سرافراز — بدولت گاہِ خود شد ہمرہِ ساز

نشستہ بود بیروں سوئے خندا — دروں ماندہ دو داغ در دمندا

بروں زینتِ شاہاں بستہ سازش — دروں چوں زر بر آتش در گدازش

چو چندر بزرگاں مجمعِ عود — دروں بر آتش و بیروں زراندود

رخصت اور اُس کے متعلق رسمیں

غرۂ ذیحجہ شب دوشنبہ ۱۱سنہ حسب اختیار منجمین ایک پہر رات گزرنے کے بعد شاہزادہ محل میں داخل ہوا۔ زرنگار فرش پر ایک پُرتکلف کرسی بچھائی گئی اور اُس پر شاہزادہ بٹھایا گیا۔ موتیوں اور جواہرات کی بکھیر ہوئی۔ موتیوں کے نورانی ستارے برس رہے تھے کہ اچانک چاند کے سامنے سے ابر دُور ہو گیا ؎

سرِ پر سر باوج ماہ بردہ — ہمش خورشید را از راہ بردہ

نہادہ کرسئے برگوہریں فرش — کہ بود آں ہمسر و ہم پایۂ عرش

برآں کرسی نشست از رسمِ شاہاں — چو بر چرخ آفتابِ صبحگاہاں

چناں در بارش آمد گوہر و دُر — کہ گردوں خواست تا دامن کند پُر

ز گوہرہا زمیناں را تہ پائے — شد اندر آبلہ پائے گہر سائے

گہرہائے کہ ہر یک را ز امید — بصد خونِ جگر پرورده خورشید

فتادہ ہر طرف بی قیمت و خوار | چو آبِ چشمِ عاشق بر درِ یار
ہمی بارید سیاراتِ پر نور | کہ ابر از پیش مہ شد ناگہاں دور
مشاطہ پردہ را از پیش برداشت | ستارہ ز آفتاب خویش برداشت
پدید آمد مہے کاندر نظارہ | دلِ مہ پارہ شد زاں ماہ پارہ

جلوہ اور اُس کی رسموں کے ادا ہونے کے وقت خضر خاں کی جو اندرونی حالت تھی اُس کو حضرت امیر خسرو اس طرح پر بیان فرماتے ہیں ؎

شد اندر جلوہ چوں خورشیدِ افلاک | عروسِ پاک تن در حجلۂ پاک
بلند آئینۂ مہرِ سمائش | بجلوہ بود درخوردِ نمائش
ولیک آں آئینہ چوں زحل بود | بحالِ خضر خاں نعم البدل بود
ہمہ شاد از خضر خانِ غم اندیش | خضر خاں ہم ولیکن با غم خویش
نہ از خویش و نہ از خویشاں خبر داشت | کہ تن آں جا و دل جائے دگر داشت
بروں گل بر عروسِ خویش میزد | درونش خارِ ہجراں نیش میزد
دو چشمش ماہ را نظارہ میکرد | مہِ دیگر دلش را پارہ میکرد
بلب نامِ عروسِ خانہ می گفت | بجانِ پیشِ خیال افسانہ می گفت
پس از جلوہ چو بر شد بر سرِ تخت | قراں کردند باہم دولت و بخت
گہرہائے دگر بیروں شد از دُرج | مہ و خورشید باہم ماند در برج

خضر خاں کا نکاح دولرانی کے ساتھ

ہندوستانی مسلمانوں میں موجودہ

رسم و رواج کے مطابق لڑکے اور لڑکی کو اپنے رشتہ ناتے کے معاملہ میں بہت کم دخل ہوتا ہے۔ اور اس ضروری معاملہ میں ان سے شاذ و نادر ہی رائے لی جاتی ہے۔ بلکہ اکثر جگہ شرفا میں کنواری لڑکیوں کا اپنے رشتہ میں دخل دینا اور اپنی رائے کا اظہار کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان میں یہ رسم بہت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہے۔ خضر خاں کی پہلی شادی اُس کی مرضی کے خلاف ہوئی اور وہ شرم کے سبب اپنے ماں باپ کے منشا کے خلاف لب کشائی نہ کر سکا اور یہ ایسی بات ہے جو ملکہ جہاں اور قصرِ شاہی کی مستورات کو اچھی طرح معلوم تھی اور اس کا اُن کو اندیشہ تھا مگر غالباً وہ سمجھتی ہونگی کہ شادی ہو جانے بعد دولرانی کا خیال اُس کے دل سے خود بخود جاتا رہیگا لیکن یہ خیال اُن کا غلط ثابت ہوا اور خضر خاں کی عشق و شیفتگی میں جو اُس کو دولرانی کے ساتھ تھی اس شادی سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

خضر خاں کے لیے جب لمحاے فراق ناقابل برداشت ہو گئے اُس نے دیکھا کہ والدین کی غفلت اور لاپروائی بدستور جاری ہے تو اُس نے مجبوراً اس معاملہ میں خود ہی ریشہ دوانی شروع کی اور ایک محرم راز کو روبراہ کر کے اپنی والدہ ملکہ جہاں کی خدمت میں بھیجا جس نے خضر خاں کی حالتِ زار نہایت موثر پیرایہ میں بیان کی اور کہا کہ بھتیجی کی خاطر بیٹے کو ہلاک کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ اگر کچھ عرصہ تک اور یہی غفلت رہی تو سواے کفِ افسوس ملنے کے کوئی چارہ کار نہ ہو سکیگا ؎

کجا شاید کہ با این تختِ شاہی — بود فرزندت اندر سینہ کاہی

تہیدستی بود نے تاجداری | کہ ہر کامے نباشد کامگاری
مکش بہر برادر زادہ فرزند | کہ آں رسمے دریں جائی ست پیوند
اگرچہ رنجِ خویشاں رنجِ خویش است | ولیکن نے ز رنجِ خویش بیش است
در انگشتِ برادر گر خلد خار | نہ چوں انگشتِ خویشت باشد آزار
ز دردِ ارچہ چشمِ اہرِیش باشد | نہ ہمچوں دردِ چشمِ خویش باشد
مکن چنداں برادر زادہ را مہر | کہ یکسو تابی از فرزندِ خود چہر
ہنوزش ہست پایاب از نہیدست | بمالی دست چوں در قعر بنشست

پیغام رساں کی اس تقریر کو سنکر ملکہ جہاں بہت متاثر ہوئی اور اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ یہ مضمون حضرت امیر نے جس خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے اس کی تعریف سے میری زبان و بیان قاصر ہیں۔ لطیف تشبیہوں اور نازک استعاروں کا تسلسل نہایت خوب واقع ہوا ہے شعرائے عجم کے کلام میں شاید مشکل ہی سے اس کا جواب مل سکے ؂

چو آں خونابہ قطرہ قطرہ در جوش | چو دُرّ و لعل با نو کرد در گوش
دل از یاقوتِ گوشش سفتہ تر گشت | دو چشمش ہمچو گوشش پر گہر گشت

آخر کار ملکہ جہاں نے سلطان سے خفیہ طور پر اجازت حاصل کی اور گھر کے چند خاص آدمیوں کی موجودگی میں خضر خاں اور دولرانی کا چپ چاپ نکاح ہوگیا ؂

نہفتہ با درونی خاصہ چند | نشست و عقدِ کابین کرد پیوند

زدرجِ دیدہ گوہرہا برو ریخت — نثار از گریۂ شادی فرو ریخت
براں شد تا برآں مہمانِ شیریں — شکر ریزی کند از جانِ شیریں
ولی چوں شکّرش بر جلوہ رہ داشت — نہ بہرِ شربت آں شکّر نگہ داشت

خضر خاں جب اپنے اس انتہائی مقصد میں کامیاب ہوگیا تو اُس کی حالت میں ایک عجیب تبدیلی واقع ہوئی یعنی توفیقِ خداوندی اُس کی رفیق ہوئی۔ اُس نے تمام منہیات سے توبہ کی اور حضرت نظام الدین اولیا سے بیعت کرکے اُن کے معتقدوں اور مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوگیا اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہوگیا ؎

ارادت را درآں درگاہ شد خاص — گرفت الحمد اللہ ملکِ اخلاص
یکے خود بود شمعِ پادشاہی — دگر روشن شد از نورِ الٰہی
بہ ہمت زد درِ پرہیزگاری — خدا کردش در آں پرہیزیاری
ربود از جستن ملک انگشتری را — نگیں شد خاتمِ نیک اختری را
قضا گنجِ سعادت کردہ بارش — سعادت شد بہ تقویٰ کارسازش
زعینِ عصمت آبِ زندگی جست — رواں دست از ہمہ آلودگی شست
مصلّائے نماز افگند در پیش — سخن گفت از نیازِ سینۂ خویش
برآورد از پئے تحریمہ را از — طلبگارِ عنایت را و دکف باز
بہ تکبیرے کہ از دنبالہ پیر — بزد بر ہر دو عالم چار تکبیر
بحمد آمد ز افلاسِ نہانی — ز ہفت اندامِ او سبع المثانی

قیامے کرد در طاعت الف وار   کہ گشت از راستی سر حرف اسرار
رکوعے کرد چوں لام محقق   کہ گشتش معنی از تحقیق مشتق
سجودے کرد ہمچوں دالِ مسجود   کہ سیرِ رہ نمایش گشت موجود
زد اندر قعدۂ زانوئے اُمید   کہ زانو بوس گشتش ماہ و خورشید
چو در قعدہ تحیاتِ رضا خواند   ز عکسش نبس فرائض کاں قضا ماند
نمازے کرد بر سجادۂ شوق   کہ کردی دعوئی گم شد از ذوق
چو ز آتش عشق بود از فرق تا پائے   گرفت اندر دلِ زندہ دلاں جائے
چو عشق اندر مجازش جلوہ گر دید   مجازش بر دلِ تحقیق رہ داد

خضر خاں کا زوال جب خضر خاں کے جاہ و جلال اور دولت و اقبال کا آفتاب انتہائی عروج پر پہنچ چکا تو اب زوال کا وقت آیا جس کی درد انگیز داستان یہ ہے کہ سلطان علاء الدین بیمار ہوا خضر خاں نے منت مانی کہ اگر سلطان کو صحت ہوئی تو پیادہ پا ہتناپور کی زیارت کو جاؤنگا اور جب قدرے صحت ہوئی تو وہ اپنی منت کے پورا کرنے کو روانہ ہوا۔ ملک کافور نے جو حصولِ سلطنت کی فکر میں تھا اس موقع کو غنیمت سمجھا اور جھوٹی سچی شکایتیں کرکے سلطان کو خضر خاں اور اُس کے خسر الپ خاں سے بالکل بدظن کر دیا۔ الپ خاں تو فوراً قتل کر دیا گیا لیکن خضر خاں کو نسبتہً کم سزا دی گئی۔ چتر و دورباش جو ولیعہدی کی علامتیں تھیں اُس سے واپس لی گئیں اور اُس کو امروہہ میں رہنے کا حکم ہوا۔ اور یہ کہ بلا طلب دہلی میں نہ آئے۔ خضر خاں جب میرٹھ کے علاقہ سے آگے بڑھا

تو یہ شاہی عتاب نامہ ملک حسام الدین کے ذریعہ سے اُس کو پہنچا جس کی فوراً تعمیل کی اور چتر و دورباش ملک حسام الدین کو سپرد کر کے خود امروہہ چلا گیا۔

حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں کہ خضر خاں سے باوجودیکہ وہ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کا معتقد تھا اور دل سے اُن کی تعظیم کرتا تھا یہ غلطی ہوئی کہ وہ سفرِ زیارت سے پہلے اور نیز سفر کے بعد اپنے پیر یعنی حضرت سلطان نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ اُس کا قدم اتقا اور پرہیزگاری کی صراطِ مستقیم سے بھی ہٹ گیا تھا ؎

غلط شد با چناں تعظیمِ پاکاں ق یکے رسمش ز رسمِ ہوشناکاں

کہ چوں عزمِ زیارت کرد چوں تیر   نشد بہرِ زیارت جانبِ پیر
نہ رفت آں سو گہِ باز آمدن نیز   کہ پوشید آسمانش چشمِ تمیز
چو بر رویش قضا میخواست گردے   نبردش رہ بہ پناہِ نیک مردے
حمایت را کہن دامانِ درویش   ز صد سدِ سکندر قوتش بیش
بگوش اقبال میکردش منادی   کہ حج بردنش باید قطعِ وادی
ولے گوشش پُر از بانگِ نے و چنگ   درو کے راہ یابد دیگر آہنگ
چناں ہم بود کز پرہیزگاری   قدم لغزیدہ بودش ز استواری
بدستش طرۂ سیمیں عذاراں   چو سبحہ در کفِ پرہیزگاراں
ترنمہا کہ رفتہ تا بخورشید   شدہ بیت السعادت بُرجِ ناہید

چو بر عزم زیارتگاہ می رفت | ہزاراں رہزنش ہمراہ می رفت
زنغمہا کہ ہوش از مغز می رفت | درخت و دشت و صحرا پای میکوفت

خضر خاں کی سیرت اور خصلت جہاں تک کہ حضرت امیر خسرو اور مورخینِ عصر کے بیان سے سمجھی جاتی ہے اُس سے خضر خاں کوئی سیاسی آدمی معلوم نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک ایسا نازپروردہ شہزادہ ثابت ہوتا ہے جس کو سوائے عیش و عشرت راگ ورنگ اور لہو ولعب کے ملکی معاملات اور سیاسی جوڑ توڑ سے کبھی کوئی سروکار نہیں رہا۔ ایسی حالتوں میں اس کی نسبت بغاوت یا گورنمنٹ کے خلاف کسی سازش کا اتہام جو اس کی طبیعت اور فطرت کے خلاف تھا سلطان علاء الدین کو باور کرا دینا بظاہر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے مگر مورخین کے بیان پر غور کرنے سے اس قسم کے شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں

اس واقعہ کے متعلق فرشتہ کا بیان کے بعض حصے اگرچہ حضرت امیر کے بیان سے کسیقدر مختلف ہیں اور یہ اختلافی امور حضرت امیر کے مقابلہ میں کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہو سکتے لیکن اس سے سلطان علاء الدین کی ناخوشی کے وجوہ بہت صاف معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "سلطان علاء الدین ایک سخت مرض میں مبتلا ہوا۔ چونکہ خضر خاں اور ملکہ جہاں ہمیشہ جشنہائے شادی میں مصروف رہتے تھے اور سلطان کے معالجہ کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے تھے اس لیے سلطان اپنی عدم صحت کو ان کی غفلت اور لاپروائی کی طرف منسوب کرکے ان سے سخت ناراض ہو گیا۔ ہر دو زن سے ایسی نئی ادائیں زد

لے حضرت امیر خسرو نے بخار اور ضیاء برنی نے استسقا لکھا ہے

ہوتی تھیں جن سے سلطان کی ناراضی اور بدگمانی بڑھتی جاتی تھی اس لیے کہ خضر خاں کو سوائے مجلس آراستہ کرنے شراب پینے راگ و رنگ سننے چوگاں کھیلنے اور ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کے کوئی کام نہ تھا۔ اور ملکہ جہاں بھی اپنے پوتوں اور نواسوں کی تقریبات عقیقہ و ختنہ وغیرہ کے سوا کسی چیز کی طرف التفات نہ کرتی تھی۔ اور جو بات کہ کبھی ان کے ذہن میں نہ آتی تھی وہ سلطان اور اُس کی بیماری کا خیال تھا؟"

یہ حالت دیکھکر سلطان نے ملک نائب کو دکن سے اور الغ خاں[۱] کو گجرات سے طلب کیا اور جب یہ فوراً حاضر ہوگئے تو خوش ہوا اور تنہائی میں ملک نائب سے بیوی بچوں کی لاپروائی کی شکایت کی۔ ملک نائب نے (جس کے دماغ میں حصولِ سلطنت کا خبط جاگزیں ہو رہا تھا) فرصت کو غنیمت سمجھکر کہا کہ یہ لوگ الغ خاں کے ساتھ حضور کے دفع میں متفق ہو گئے ہیں اور آپ کی موت کی دعائیں کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے اسی اثنار میں ملکہ جہاں نے اُلغ خاں کی لڑکی کے ساتھ شادی خاں کی شادی کی اجازت طلب کی ملک نائب نے پھر موقع پاکر نہایت ہولناک باتیں سلطان کے گوش گذار کیں جن کو سنکر سلطان اُن لوگوں سے بدگمان ہوگیا اور از راہِ احتیاط و دور اندیشی خضر خاں کو امروہہ کی طرف رخصت کردیا اور کہا کہ جب صحت ہوگی تم کو طلب کرلیا جاویگا۔

خضر خاں چونکہ نازپروردہ اور ناتجربہ کار تھا اور شاہی عتاب کی تلخی سے ابتک

---

[۱] یہ الغ خاں الماس بیگ الغ خاں نہیں ہے جو سلطان علاءالدین کا بھائی تھا۔ بلکہ یہ الپ خاں معلوم ہوتا ہے جو ملکہ جہاں کا بھائی اور خضر خاں کا ماموں اور خسر تھا (جیسا کہ ہم اوپر تحقیق کر چکے ہیں)

واقف نہ تھا اس لیے امروہہ پہنچکر سخت رنج و الم میں مبتلا رہا جب اس حالت سے کچھ افاقہ ہوا تو اس معاملہ پر غور کی اُس نے سمجھا کہ میں بالکل بے قصور ہوں سلطان کی ناخوشی کا ایسی حالت میں کوئی اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ باتیں سوچکر فوراً بلا طلب دہلی میں اور سلطان کی حضور میں حاضر ہوگیا۔ سلطان اُس کے آنے سے خوش ہوا اور پدرانہ شفقت سے گلے لگایا۔ اور معذرت کی ؎

بامروہہ در دل غمناک نشست — چو گل با سینۂ صد چاک نشست
در اندیشید ازاں پس با دلِ خویش — کہ نتواں داشت بی مرہم دلِ ریش
گرفتم شہ چو دریا سہمناک ست — نہ آخر گوہرِ ادیم چہ باک ست
گناہِ خود نمی بینم دریں ہیچ — کہ خشمِ شاہ گوشم ادہد پیچ
ور آرد گوشمالِ او بجوشم — شفیعے ہست مرواریدِ گوشم
وگر زو نشنود عذرِ گناہم — بمروارید دیدہ عذر خواہم
بدیں اندیشہ یکدم شاد بنشست — پس آں گہ ہمچو گل بر باد بنشست
بسرعت سوئے حضرت شد شتابان — چو مہ در چرخ و باد اندر بیابان
شبا روزی بہ تیزی کرد رہ قطع — رسید و پیشِ شہ زد بوسہ بر نطع

فرشتہ نے اتنی بات اور اضافہ کی ہے کہ" سلطان نے پدرانہ شفقت و مہربانی کے اظہار کے بعد خضر خاں کو اجازت دی کہ محلسرا میں جائے اور اپنی والدہ اور بہنوں کو دیکھے۔ لیکن چند روز کے بعد جب خضر خاں غافل ہوگیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو کر دربار کی

پابندی ترک کردی تو ملک نائب کو موقع مل گیا۔" اس نے سلطان سے کہا کہ خضر خاں اور شادی خاں بعض امرا کے ساتھ سازش کرکے آپ کی جان لینے کے خواہاں ہیں اس کی تائید میں بہت سے غلاموں اور خواجہ سراؤں کی شہادتیں دلوادیں اور طرح طرح کے مکر و فریب کام میں لاکر سلطان سے حکم حاصل کرلیا کہ دونوں جانی قلعہ گوالیار میں قید کردیے جائیں اور ملکہ جہاں کو بھی محلسرائے سے نکال کر پرانی دہلی میں محبوس کیا گیا۔

سلطان علاءالدین خضر خاں کو اپنے سامنے طلب کرکے قید کا حکم سناتا ہے۔ اور خضر خاں کی بیقراری دیکھکر کہتا ہے ؎

خضر خاں چوں برون داد ایں دم درد — بلرزیدند خاصان زاں دم سرد
بسے بگریست شہ چوں ابر نوروز — پس از دل برزد ایں برقِ جگر سوز
کہ ایں شعلہ کت از من یادگار ست — ترا از دوزخم گوئی شرارست
چہ پنداری مرا جانے ست در تن — بجانِ تو کہ مردہ بہ ست از من
چگونہ ماند اندر چشم من نور — کہ چوں تو مردم از چشم شود دور
ولے چوں ز آفرینش دارم ایں ننگ — کہ باشد حکمِ من چوں نقش بر سنگ
اگر جنبش آید کوہ را پائے — نہ جنبد حکمِ سنگین من از جائے
وگر چوں تیغ گدازد جانِ سنگیں — خطِ سنگ ست اگر نقشِ تیغ ست ایں
ز خلقت چوں مرا زیں گونہ حال ست — بدل در خلقتِ مردم محال ست
چو آگاہی ز خوئے بد ستیزم — برابر بسلامت ز آب تیزم

ہم اکنوں بازت آرد بخت ِ والا　　　برافسر سازدت لولوے لالا

خضر خاں کی روانگی کے وقت سلطان کی اندرونی حالت اور شفقتِ پدری اور نخوتِ شاہی میں جو باہمی آویزش اور کشمکش ہو رہی ہے اس کی تصویر حضرت امیر خسرو نہایت خوبی کے ساتھ کھینچتے ہیں اور قلبی کیفیات کی تصویر خصوصاً جب کہ وہ متضاد ہوں شاعری میں نہایت ہی مشکل کام ہے ؎

چو آئینِ وثیقت محکمی یافت　　　دو دل با عالمِ غم ہمدمی یافت
اشارت کرد شاہِ محکم آئیں　　　بداں دشمن کہ محکم داشت تمکیں
چراغِ ملک را بردن شبانگاہ　　　بحصنِ گوالیر از منظرِ شاہ
تعالیٰ اللہ ندانم کاں چہ دل بود　　　کہ نزدش گوہرے زانگونہ گل بود
چکیدہ قطرہ دریا دش از روے　　　فگندا ز روے خود چوں قطرہ خوے
سکونت را عجب برپای میداشت　　　کہ جاں میرفت و دل برجاے میداشت
جگری کند ہجرانش بصد در　　　کہ در کندن نبودش ذرہ شور
جگر گوشہ ز دیدہ می شدش دور　　　بدیدہ خونِ دل میداشت مستور
ہمی رفت و ہمی شد طاقتش گم　　　زچشمش دیدہ وا ز دیدہ مردم
درونش پارہ پارہ می شد از درد　　　بروں آں درد پاں پاں می خورد
جدائی ہر دو را چوں کرد تقسیم　　　تو پنداری کہ یک جاں شد بدو نیم
رواں شد نیم جاں با جانِ پُرغم　　　شہنشہ ماند نیمے جانِ درہم

سر سوزن نہ سر رشتہ پدیدار   کہ تواں دوختن آں دیدہ یکبار

چو آں دیدہ ز چشمش بر کراں شد   ز گریہ مردم چشمش رواں شد

مورخین لکھتے ہیں کہ الپ خاں کے قتل اور خضر خاں و شادی خاں کے قید ہونے سے ملک میں سخت بغاوتیں برپا ہوئیں۔ لشکر گجرات نے بغاوت کر کے فتنۂ عظیم برپا کر دیا۔ سلطان نے ملک نائب کے مشورہ سے سید کمال الدین کرک کو اس فتنہ کے دبانے کے لیے بھیجا جو الپ خاں کے آدمیوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر نہایت بری طرح قتل کیا گیا۔ حاکم جیپور[1] نے بھی بغاوت کی اور وکلائے شاہی کو جو قلعہ میں تھے مشکیں باندھ کر فصیل قلعہ سے نیچے پھکوا دیا۔ ہرپال دیو بھی جو رام دیو سابق والیِ دکن کا داماد تھا باغی ہو گیا اور اکثر شاہی تھانوں کو اٹھا دیا۔ سلطان علاء الدین ان بغاوتوں کی خبروں کو سنکر اپنے بستر مرگ پر پیچ و تاب کھاتا اور دانت پیستا تھا۔ اس کی حالت روز بروز ردی ہوتی جاتی تھی۔ اور کسی طبیب کی دوا کارگر نہ ہوتی تھی۔ آخر اسی حالت میں بتاریخ ۶ شوال ۷۱۵ھ ہجری وفات پائی۔

حضرت امیر اس واقعۂ وفات کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

کہ چوں شہ را اجل بحکم لایزالی   شد از روئے خضر خاں دیدہ خالی

درونش را در آں غمہای جانی   تواں رفت و فزوں شد ناتوانی

دلش خوں می شد و بیروں نمی داد   جگر را غوطہ جز در خوں نمی داد

---

[1] یہ غالباً کوئی دوسرا جیپور ہے جو جنوبی ہند میں ہے۔ راجپوتانہ والا جیپور معلوم نہیں ہوتا

فرو می ریخت خونِ ناب خوردہ — چو دیوارِ گِلِ حمام آب خوردہ
یکے رنجش گرفتہ در جگر گاہ — دگر قطعِ جگر گوشہ جگر کاہ
وزیں ہر دو بتر خوے جفا ساز — کہ گر میرم نیارم رفتہ را باز
ستیزے سخت کایں رسمِ جہال ست — کہ ہر چہ آں من کنم گشتن محال ست
جفا بر دشمن بیروں تواں کرد — چو در سینہ است دشمن چوں تواں کرد
بہ دشمن ور درون گشتہ بلا سنج — غمِ فرزند و خوے ناخوش و رنج
گرفت ایں ہر سہ خصمش در جگر جاے — بریں ہر سہ اجل شد کار فرماے
ز شوال آمدہ ہفتم بپایے — سنہ ہفصد سپنج بر سر شدے
کزیں دیرِ سپنج آں شاہِ آفاق — بر دل ز ہفت گنبد بردش طاق
برو کرد آں چناں شیرِ فلک زور — کہ شد ز آنگونہ شیرے طعمۂ گور
نگر تا چند زینساں شیرِ پر بیم — شکارِ گور شد زیں آہوے سیم
عجب ناوک زنے کو گاہِ نخچیر — شگافد مور و اژدرہا بیک تیر
چو بوسیحے برآرد لطمۂ خویش — چہ سلطان زیرِ آں لطمہ چہ درویش

سلطان علاء الدین کی وفات کا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت امیر دنیا اور اس کی دلچسپیوں کو بہ نظرِ اعتبار دیکھنے اور اُن سے دل نہ لگانے کی نصیحت فرماتے ہیں اور حقیقت یہ ہی کہ یہ منظر نہایت ہی دہشت خیز اور عبرت انگیز لکھا ہی ؎

دریں ایواں کہ بینی لعبتے چند — بزلف و جعدِ شاں دل را مکن بند

کہ لعبت باز ایں ہر ہفت پردہ — کہ لعبت می کشد ہر ہفت کردہ
ہر آں لعبت کت امروز آورد پیش — چہ خواہد کردنش فردا بیندیش
ببیں لعبت کہ بر روئے زمین ست — کہ زیرِ خاک لعبت بیش ازین ست
گر از دیبائے چینی خواہی نمونہ — زمیں اکردہ باید باز گو نہ
چرا بر تختِ عاج آں کس نہد تاج — کہ زیرِ تختۂ گل خواہت شد عاج
خرد بیند چو گردنہا ستخواں سنج — کہ شاہِ رہ استیں شد شاہِ شطرنج
ببیں کامروز ماندش استخواں چیز — کہ فردا خاک گردد استخواں نیز
چو اوّل خاک و آخر نیز خاکیم — چہ چندیں بہرِ خاکے سینہ چاکیم
چو ہر کز خاک زاید باز خاک ست — خوشا آں کس کز غمِ بیہودہ پاک ست
چرا باید گرفت آں کشور و شہر — کز اں ندہند بیش از چار گز بہر

محمد قاسم فرشتہ بحوالہ تاریخ صدر جہاں گجراتی لکھتا ہے کہ سلطان علاء الدین کی وفات کے دوسرے دن ملک نائب نے تمام امرا و ارکانِ دولت کو جمع کر کے سلطان کا ایک نوشتہ اُن کے سامنے پیش کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں خضر خاں کو معزول کر کے بجائے اُس کے شہاب الدین عمر کو ولیعہد مقرر کرتا ہوں۔ شہاب الدین کی عمر اس وقت صرف سات سال کی تھی۔ ملک نائب اُس کو برائے نام تخت پر بٹھلا کر کاروبارِ سلطنت بحیثیت نیابت کے خود انجام

ف اس مضمون کو حضرت امیر خسرو نے غرۃ الکمال کے دوسرے قصیدہ میں اور بھی مؤثر اور ہیبت ناک پیرایہ میں لکھا ہے

زرِ خفتگانِ خود زمیں گر پردہ بردارد — در آں بیا بجز عبرت بجانی تا ابد حیراں
نمنہ خاکرا نے بنی اندر کلاہ کسرے — شکستہ استخوانے بنی اندر کاسۂ خاقاں

دینے لگا اور تمام امرا علائی کو اپنا ہوا خواہ تصور کرکے تخت نشینی کے پہلے ہی دن ملک سنبل کو باربکی کا منصب عطا فرمایا اور فوراً گوالیار کو روانہ کردیا تاکہ خضر خاں اور شادی خاں کی آنکھوں کو بے نور کردے۔ اُس کافر نعمت اور کور دل نے وہاں پہنچکر دونوں بھائیوں کی آنکھیں نکلوادیں۔

حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ سلطان کی نعش کے دفن سے پیشتر ہی ملک نائب نے ملک سنبل کو گوالیار روانہ کردیا۔ اور جب خضر خاں کو اُس کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس نے کسی قسم کی گھبراہٹ اور بیقراری کا اظہار نہیں کیا اور احکامِ قضا و قدر کو رضا و تسلیم کے ساتھ برداشت کرنے پر مستعد ہوگیا ؎

ہنوز آں ماہ رانا بردہ در مہد	کہ گشت آں دشمنِ مہدی کُش از عہد
سبک نامہربانے را رواں کرد	کہ بے مہری کند تا میتواں کرد
شتابد میل آنسو بہ تعجیل	کہ نورِ دیدۂ شہ را کشد میل
شتابان رفت سنبل تند چوں باد	غبار آلودہ سوئے سروِ آزاد
خضر خاں را خبر شد کامد آں خار	کزاں با دلم چشمش یابد آزار
بہ تسلیمِ قضا بنشست خنداں	نرفت از جائے چوں ناہوشمنداں
چنیں تا آں غبار آلودہ از راہ	برآمد بر فرازِ قلعہ ناگاہ
برآں جانِ گرامی باتنے چند	رسید آہختہ بر گل سوسنے[1] چند
چو آں دیدہ برآں خصماں نظر کرد	ہماں چشمے کہ خواہد رفت تر کرد

[1] گل سے خضر خاں اور سوسنے چند سے مراد تلواریں

بگریہ گفت مانا شہ فرو خفت　　کزینساں فتنۂ خفتہ بر آشفت
چہ حال ست این و این جوشش از چیست　　برین زندانی این بخشایش از کیست
در امیدِ خلاصِ آں خود نباشد　　کہ دشمن لایقِ مسند نباشد
وگر بر دیدہ و بر جاں ست فرماں　　منم فرماں پذیر از دیدہ و جاں

سنبل خضر خاں کے جواب میں اپنی مجبوری اور معذوری ظاہر کرتا ہے ؎

جوابش داد سنبل کاے گلِ بخت　　چہ باشد سنبلے با صدمۂ سخت
بحکمے کاں بسختی تند بادیست　　گیاہے را نہ جائے ایستادیست
منم سنبل ترا یک بندہ داغی　　نہ آں سنبل کہ شد آبی و[1] باغی
بشارت می دہم بارے نخستت　　کہ حکمے نیست بر جانِ درستت
ولیکن در چنیں فرخ جمالی　　ہمی خواہد فلک عین الکمالی
مرنج از من کہ از من نیست ایں زور　　کہ چوں خود خواہد اختر حملہ را کور
چو بود اندر حیاتِ شاہ دستور　　بچشمش چوں بچشم مردہ کافور
ہمی خواہد ز رائے سست تمیز　　کہ کافوری کند چشم ترا نیز

اس مکالمہ کے بعد خضر خاں اپنے آپ کو سنبل کے حوالہ کر دیتا ہے اور بیرحم سپاہی اس کو پچھاڑ کر آنکھیں نکالتے ہیں ؎

چو خاں دانست کامد تیرِ تقدیر　　شد از دیدہ باستقبالِ آں تیر

---

[1] آبی و باغی کے دو معنی ہیں: اول تو سرکش اور بغاوت کرنے والا اور دوسرے پانی سے پرورش پانے والا اور باغ میں اگنے والا

برغبت داشت نرگس پیش سنبل — کہ خواہی خارم افگن خواہیم گل
چو دید آں حال سنبل چار و ناچار — عنیفاں از ہر سو گرد بر کار
کہ بفگندند سرو راستیں را — بیازردند چشم نازنیں را
کسے کز بہر زخم چشم زد نیل — رسیدش چشم زخمے ناگہ از میل
چناں چشمے کہ از سرمہ شدی ریش — چگونہ تاب میل آرد بہ سندیش
چو پرخوں شد خماری نرگس وے — خماری گو نیا قے مے کند مے
خمارے داشت چشمش وائے صد وائے — کہ شد چشم و خمارش ماند بر جائے
بدیدہ ہر کس اندر درد می کرد — وے از دیدہ می افشاں شد زہے درد
اگر بود از فلک زینگونہ بیداد — فلک کو رست یارب کور تر باد
ستارہ بر شہابی یافت چوں میل — کہ انجم اکشند میلے بہ تعجیل
جہانے خستہ شد کز بس خرابی — شد آں بادام عنابی و آبی
رقم کاں بود بر چشمش قلم را — بچشم خویشتن خواند آں رقم را
وگر پرسی سوادش کز قدر بود — اِذَا جَاءَ الْقَضَا عَمِيَ الْبَصَرُ بود

ملک نائب خضر خاں اور شادی خاں کی طرف سے مطمئن ہو کر شاہزادہ مبارک خاں کی فکر میں مصروف ہوا، اور چاہتا تھا کہ اس کو بھی کسی ترکیب سے قتل کرا کر سلطنت کا بالکل مالک و مختار ہو جائے لیکن قضا و قدر کا قلم مبارک خاں کی بادشاہت پر جاری ہو چکا تھا۔ ملک نائب نے جو ترکیب اس کے قتل کے لیے کی تھی وہ الٹ گئی اور جو لوگ اس کے قتل پر متعین

ہوئے تھے اُنھوں نے رات کے وقت جب کہ عمال اور ملازم اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور قصر ہزار ستون کے دروازے بند کر دیئے گئے ملک نائب کو خیمے میں گھسکر اُسکو اور اُس کے تمام خواص اور مشیروں کو قتل کر ڈالا اور خضر خاں پر جو ظلم ہوا تھا اُس کی مکافات پوری پوری اُس کو مل گئی ؎

فلک زانجا کہ در پاداشِ مرہاست ۔۔۔ دعائے دردمنداں را اثرہاست
زمانہ ساخت تیغے زاہِ مظلوم ۔۔۔ سرِ شومش فگند از گردنِ شوم
چو گفتم سرِ بجشایم ایں قطع ۔۔۔ کہ خونریز سرش چوں بود بالقطع
چو دانست آں طلبگارِ بلندی ۔۔۔ کہ ہر سو چیرہ گشت از زورمندی
اگرچہ خاطرش بیدار ہم بود ۔۔۔ کش از ہر خار خارے خواب کم بود
ولے چوں وقت کاں تیغ ستقاطع ۔۔۔ رسید و داد بیرون نورِ ساطع
نہانی داد کش افیونے زمانہ ۔۔۔ کز و ہوش و خرد شد برکرانہ
بلے ہست ایں عمل در دہر قلاب ۔۔۔ کہ بیداران عالم را دہد خواب
دو قرصے کاندریں بالا و شیب اند ۔۔۔ چو نانِ کیسہ بر مردم فریب اند
فریبِ آسماں خوردن نشاید ۔۔۔ بجز گرت از سرِ گردن نباید
چو ابر دیدہ منعم جفا کرد ۔۔۔ سپہر از دیدہ جانش سزا کرد

خضر خاں کے کسی خیر خواہ نے ملک نائب کے قتل کی خوشخبری قاصد کے ذریعہ سے خضر خاں کے پاس پہنچائی۔ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو سنکر خضر خاں نے خدا کا شکر

کیا مگر کچھ خوش نواے

سلیم القلب فرزند جہاں شاہ | بدل بود از فریب عالم آگاہ
نہ چنداں شادماں گشت اندراں کار | کہ ہر کس را بنوبت دید تیمار
کسے کز خرچ نوبت رنج دارد | بر نجد گرچہ نوبت رنج دارد

خضر خاں چوں زغیب انصاف خود یافت | کرم را جائے شکر بے عدد یافت
بمسکینے جبیں بر خاک مالید | ز آہ خصم و سوز خود بنالید
براں بدخواہ بے تمیز گریست | بر و بگریست و بر خود نیز گریست

قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی اور خضر خاں کا قتل

ملک نائب کے قتل ہونے کے بعد شاہزادہ مبارک خاں اپنے چھوٹے بھائی شہاب الدین عمر کی نیابت میں سلطنت کا کاروبار انجام دینے لگا لیکن رفتہ رفتہ اُس نے اُمرا دولت کی ساتھ ساز کرکے دو مہینہ کے بعد دو شنبہ ۲۴ محرم ۷۱۶ھ کو تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ اُس کا خطاب قرار پایا۔ اور شہاب الدین عمر کو اندھا کرکے قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے اپنے جلوس کی دوسرے[۱] سال دکن پر فوجکشی کی اور واپسی کے وقت جب بمقام جھائن پہنچا تو شادی کتہ سر سلاحدار

---

[۱] جلوس کا دوسرا سال حضرت امیر کے بیان کے موافق ۷۱۸ھ اور مورخین کے بیان کے موافق ۷۱۷ھ ہوتا ہے

کو گوالیار روانہ کیا تاکہ خضر خاں و شادی خاں اور شہاب الدین عمر کو قتل کرے اور اُن کے اہل و عیال کو دہلی لے آئے چنانچہ اُس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ سلطان نے خضر خاں کی منکوحہ دیولدی کو اپنے حرم میں داخل کیا۔ مورخین نے اس قتل کے اسباب سے مطلق بحث نہیں کی۔ اور نہ اُس کی نسبت حضرت امیر خسروؒ نے کچھ لکھا ہے۔ سلطان قطب الدین کی سلطنت پوری طرح مستحکم ہو چکی تھی۔ ان تینوں بھائیوں کی طرف سے جو نابینا ہو چکے تھے بظاہر کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قتل کی ضرورت کن اسباب سے پیش آئی۔

ضیاء برنی اور دیگر مورخوں نے دکن کی فوجکشی کے سلسلہ میں ایک ایسا واقعہ لکھا ہے جو میرے نزدیک اس قتل کا سبب ہو سکتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب سلطان مہم دکن سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں سلطان علاء الدین کے بھتیجے ملک اسد الدین نے اُس کے قتل کی ایک زبردست سازش تیار کی۔ سپاہیوں کی جماعت اُس کے ساتھ اس میں شریک تھی۔ لیکن اُنھیں میں سے ایک شخص نے وقتِ معیّن سے پیشتر یہ تمام راز سلطان سے بیان کر دیا۔ چنانچہ ملک اسد الدین گرفتار ہو کر بعد ثبوتِ جرم قتل کیا گیا اور اس کے تمام شرکاء جن کی نسبت شرکت کا شبہ ہوا سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔

نہایت قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قطب الدین نے بغاوت کے اس واقعہ سے متاثر اور خوفزدہ ہو کر خضر خاں وغیرہ کو قتل کرا دیا ہو۔ اس لئے کہ اگرچہ یہ لوگ بحالت موجودہ سلطنت کے قابل نہیں رہے نہ اُس کے دعویدار ہو سکتے ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ باغیوں اور سرکشوں کے لیے آلۂ بغاوت و سرکشی ضرور بن سکتے ہیں

اس لیے سلطان قطب الدین نے گزشتہ واقعہ سے متنبہ ہو کر ان غریبوں کا قتل ہی ضروری سمجھا۔ حضرت امیر خسرو کے الفاظ سے بھی کچھ ایسا ہی مفہوم مترشح ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

کہ چوں سلطان مبارک شاہِ بے مہر ——— ز تلخی گشت بر خویشاں ترش چہر
صلاحِ ملک در خونِ برِشاں دید ——— سزا داری بہ تیغِ تیز شاں دید
بر آں شد تا کند از کین سگالی ——— ز انبازانِ ملک اقلیم خالی

سلطان قطب الدین جس موقع پر ملک شادی کو بلا کر فوراً گوالیار جانے اور شاہزادوں کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے وہاں بھی حضرت امیر کے الفاظ سے اسی قسم کا مضمون معلوم ہوتا ہے ؎

بہ تندی سر سلاحی را طلب کرد ——— کہ باید صد کرہ امروز شب کرد
رود اندر گوالیر این دم نہ لبس دیر ——— سرِ شیرانِ ملک افگن بہ شمشیر
کہ من ایمن شوم ز انبازیِ ملک ——— کہ ہست این فتنہ کمتر بازیِ ملک

حضرت امیر کے نزدیک خضر خاں کے قتل کی اصلی وجہ وہی تھی جو مذکورہ بالا اشعار سے مفہوم ہوتی ہے۔ لیکن سلطان قطب الدین نے قتل کا بہانہ پیدا کرنے کے لئے خضر خاں کو ایک مخفی پیغام بھیجا جس میں برادرانہ شفقت اور ہمدردی کا اظہار کرنے کے بعد موجودہ قید سے رہائی اور کسی صوبہ کی حکومت پر مامور کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور ان تمام مدارج کے بعد اس امر کی خواہش کی گئی تھی کہ دولرانی کو جو ایک کنیز ہے اور سلطنت کی ملک ہے ہمارے پاس بھیج دو ؎

نہاں سوئے خضر خاں کس فرستاد ——— نمود آری بعذر راز دل بروں داد

لہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم دہلی میں دیا جا رہا ہے مگر مورخین نے بمقام جھائن لکھا ہے۔ جھائن اور گوالیار کا فاصلہ مجھے معلوم نہیں